

علی اکبر علیہ السلام

<?xml encoding="UTF-8">

علی اکبر علیہ السلام

اس کائنات میں انسان جہاں تک نظر دوڑائے اسے ہر طرف ایک ہی معطی کے گوناگوں عطیات دیکھنے کو ملیں گی جو اُس وحدہ لا شریک ذات کے بے نیاز وجود کی ناقابل انکار آیات ہیں۔ وہ وحدہ لا شریک ذات اس کائنات کی مالک اور خالق ہے اس نے ہی انسان کو اپنا خلیفہ بنا کر اس دنیا میں بھیجا اور ایسا بھی نہیں ہے کہ اس نے انسان کو ایسی وسعتوں بھری کائنات میں نعمتِ حیات دے کر بھیج دیا ہو کہ وہ حیران و پریشان رہے اور حقائق و دقائق کی معرفت حاصل نہ کر سکے اور انہی حالات میں موت کے حملے کا شکار ہو کر حیات سے ہاتھ دھو بیٹھے اس طرح نہیں ہے بلکہ وہ ذات بابرکات خود علیم و قدیر وحی و حکیم ہے اس کا انسان کو اس دنیا میں بھیجنے کے مخصوص اہداف تھے۔ وہ بذاتہ نور ہے اپنی مخلوقات کو ظلمات و توہمات میں سرگرداں نہیں دیکھنا چاہتی اس وجہ سے اس ذات خالق و احد نے انسان کی ہدایت کے لئے انبیاء و اوصیاء کا عظیم سلسلہ مقرر فرمایا تاکہ انسان ان ذوات مقدسہ کی پیروی کر کے کمال و تکامل کے مراحل طے کر کے ان منازل پر فائز نظر آئے جو انسان کامل کا مقام ہے۔ شیطان نے اگر انسان کو خد وند متعال کی راہ سے بھٹکانے کا سہرا اپنے سر لیا ہے لیکن وہیں پر ایک اعتراف عجز بھی اس کے دامن گیر ہوا ہے اور وہ یہ کہ خداونداتیرے مخلص بندوں پر میرا بس نہ چل پائے گا اور ان کو تیری عبادات کے زمرے سے نکال باہر لانا میرے لیے ممکن نہیں ہوگا۔ ہر ذی شعور انسان پر واجب ہے کہ وہ ان خاص خدا شناس ہستیوں کی معرفت حاصل کرے۔۔۔۔۔ وہ کون ہیں؟

’معطی انعام‘ کی خاص عنایات و عطیات پانے والی باعثِ تخلیق کائنات ہستیانجن کے چودہ انوار پانچ میں جمع ہوئے اور پنجتن کی وحدتِ رسالت قرار پائی صلی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین۔ ان انوار الہی کی مقدس ذوات کی معرفت و تعریفات کی کما حقہ شائستگی خالق کائنات کے علاوہ کون رکھتا ہے۔ یہی ہیں جنہوں نے خود خداوند حیات و ممات کے عشق میں اس کے قسم خوردہ دشمن کو ایسا نامراد و ناکام کر دیا کہ سب ملائکہ و انبیاء فراتِ حیرت میں غرقاب ہونے لگے۔

تاریخ اسلام میں ایک ایسا بھی دور نظر آتا ہے جس میں بعد از رحلت سید المرسلین تمام انبیاء کی محنتوں پر پانی پھیرا جا رہا تھا، خدا کے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کیا جا رہا تھا، دینی حدوں کو مسمار کیا جا رہا تھا اس شیطانی ٹولے کی سوچ یہ تھی کہ نام تو دین کا رہے لیکن کام دین کا نہ رہے۔ دشمنانِ دین خدا یکجا ہو کر دولت و ثروت اور حکومت و امارات کے سبزاغات دکھا کر بندگانِ خدا کو اغوا کرتے جارہے تھے طوفانِ طغیان اپنے پورے زور و شور سے شجر اسلام کو آناً فاناً جڑوں سے اُکھاڑ پھینکنا چاہتا تھا لیکن اس وقت انہی ذوات مقدسہ میں سے ایک ہستی جن کا اسم گرامی ’حسین‘ ہے

حسین، کون حسین؟ ’حسین‘ روئے زمین پر حبیبِ خدا کا یکتا و تنہا نواسہ، ’حسین‘ بقاءِ دین کا مقدس ہدف رکھنے والا، ’حسین‘ جس نے شجرِ دینِ مبین کو ظلم و ستم کی ناقابل وصف تیز آندھیوں میں استحکام بخشا ’حسین‘ جس نے دینِ مبین اسلام کے گرتے شجر کو سہارا دیا اور ایسا سہارا کہ قیامت تک کسی شیطانی ٹولے میں ہمت نہیں کہ اس کی طرف دست درازی کر سکے۔ اس راہِ عشق کی پرخطر راہوں کے بے باک راہی امام

حسینؑ کا ساتھ دینے کے لئے ایک مختصر مگر پختہ عزائم کے مالک افراد کا قافلہ بھی ہمراہی کر رہا تھا۔ کچھ اعوان و انصار بھی اپنے زمانے کے امام علیہ السلام کا ساتھ دینے کیلئے آمادہ ہو گئے تھے اور کچھ خوش نصیب ایسے بھی تھے جن کو وقت کے شہنشاہ نے بلوا یا تھا۔

ان حالات میں دین کی حفاظت کا ذمہ دوش نواسہ رسولؐ پہ تھا وگرنہ دشمن تو اس در پہے تھا کہ شجر دین مبین اسلام کی جڑیں کاٹ دی جائیں! اس وقت اسلام در حسین علیہ السلام پہ سوالی بن کر آیا تھا اور یہ وہ در تھا جہاں سے دشمن بھی خالی ہاتھ نہیں جاتا۔ امام حسین علیہ السلام نے رسول خداؐ ، جناب فاطمہ زہرا اور امام علی مرتضیٰ علیہم السلام کی گود میں پرورش پائی تھی آپ کسی طرح بھی اسلام کو نابود ہوتا نہیں دیکھ سکتے تھے۔

۶۰ ہجری میں معاویہ کے اپنے ناخلف و نامراد بیٹے یزید کو مسند خلافت پہ بٹھایا گیا اس نے امام حسین علیہ السلام سے بیعت کا مطالبہ کیا تو زمانے کے ولی نے فرمایا ’مثلی لا یبایع مثله‘ (میرے جیسا یزید جیسے کی بیعت نہیں کر سکتا)۔

تنگی حالات کی وجہ سے آپ نے ۲۸ رجب کو اپنے کریم نانا کا شہر چھوڑا مختلف منازل طے کرنے کے بعد ۲ محرم الحرام ۶۱ ہجری آپ کو سرزمین نینوا پر ڈیرے لگانے پہ مجبور کر دیا گیا۔ سال نو کے پہلے نو دن گزر گئے اور آل رسول علیہم السلام کرب و بلا کے تپتے صحرا میں محصور ہے ایک رات کی مہلت لی گئی وہ بھی رب کی عبادت میں گزر گئی۔۔۔۔۔

(۱۰) محرم کا دن تاریخی ہی نہیں بلکہ تاریخ ساز دن تھا جب تمام اعوان و انصار اپنے وعدے وفا کر چکے اب شجر دین کو ہاشمی خون کی ضرورت تھی تو سب سے پہلے حسینی کہکشاں کے مقدس ستارے جناب علی اکبر علیہ السلام نے طلوع میدان ہونے کی خواہش کی اگرچہ جناب اکبر جیسے جوان بیٹے کو اذن جہاد دینا؛ مولا کے لئے بہت مشکل تھا لیکن راہ عشق خدا میں یہ قربانی دینا قبول کیا افراد اہلبیت نے اپنے امام زمان علیہ السلام کی خوشنودی کے لئے اور بقاء و حفظ دین میں اعلیٰ کردار ادا کیا اور آخر میں نواسہ رسولؐ ، دلہند بتول سلام اللہ علیہا اور فرزند امام علی علیہ السلام نے اپنی قربانی کا نذرانہ پیش کر کے دین مبین اسلام کو حیات جاوداں بخشی۔

عاصی! وقت کے مصطفیٰ، یوسف زہرا، قطب عالم امکاں، حجت خدا امام زمانہ عجل اللہ شریف کے در پہ سوالی ہے کہ یہ در عطاؤں کا در ہے، یہاں پہ مقدر سنورتے ہیں، مجھ جیسے عاصیوں کا آپ پہ بھرم ہے۔ آپ کی چوکھٹ پر ایک سوالی ہے۔ جو ہے، جیسا ہے آپ کا ہی نام لیوا اور موالی ہے۔ اے سرزمین کرب و بلا میں ناحق بہائے جانے والے مقدس خون کے وارث، ہم پہ نگاہ کرم کیجیے؛ عاصی کربلا کے جوان جناب علی اکبر علیہ السلام کے فضائل و اوصاف حمیدہ کے بارے میں گدائی کر رہا ہے!

طلوع ستارہ کہکشاں حسینی رسول اکرمؐ کی مو لا حسین علیہ السلام کے ساتھ محبت زبان زد عام و خاص ہے۔ مشہور و معروف حدیث نبوی ہے:

’حسین منی وانا من الحسین‘

یعنی حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام بچپن ہی سے آغوش رسالت سے اس قدر مانوس تھے کہ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ’حسین رسول خدا کی زندگی میں انہیں بابا کہہ کر پکارتے تھے اور مجھے ابا الحسن کہتے تھے۔ جب رسول خداؐ ظاہراً اس دنیا کو چھوڑ گئے تو پھر

مجھے بابا کہنے لگے“ (۱)

فراق جد میں نواسۂ رسول بہت مغموم و محزون رہا کرتے تھے کہ خداوند حکیم نے نواسۂ رسول کے گھر شبیہ رسول کو بھیج کر پھر سے وہ یادیں تازہ فرمادیں۔ کہکشاں حسینی کا یہ عظیم ستارہ شعبان المعظم کی ۱۱ تاریخ کو صحن حسینی میں طلوع ہوا البتہ تاریخ میں سالِ طلوع کے بارے میں اختلاف ہے مشہور قول کے مطابق سال طلوع ۴۳ ہجری ہے (۲)

والد بزرگوار شہزادے کے والد بزرگوار محسن اسلام حضرت امام حسین ابن علی ابن ابیطالب علیہم السلام ہیں جو کسی تعارف کے محتاج نہیں جن کے بھائی امام حسن مجتبیٰ و ابوالفضل العباس علیہما السلام۔۔۔، ہمشیرہ جناب عقیلۃ بنی ہاشم حضرت زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا، جن کی مادر گرامی حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اور نانا بزرگوار حضرت محمد مصطفیٰ ہیں۔
المختصر یہ خاندان فضائل و مناقب کا سرچشمہ تھا۔

والدہ ماجدہ شہزادے کی والدہ ماجدہ حضرت لیلیٰ بنت ابی مرہ بن عروہ بن مسعود ثقفی ہیں۔ آپ کے نانا عروہ بن مسعود ثقفی قریش میں عظیم المرتبت شخصیت تھے وہ قریش مکہ کی طرف سے حضرت پیغمبر اکرم کی خدمت میں صلح نامہ حدیبیہ کی موافقت کے لیے بھیجے گئے۔ عروہ اہل طائف تھے اور انہوں نے ۹ ھ میں اسلام قبول کیا پھر اپنی قوم کی ہدایت اور دین اسلام کی تبلیغ کے لیے ان کی طرف گئے لیکن اسی قوم کے ہاتھوں نماز سے پہلے اذان کہتے ہوتے تیر ستم سے مرتبہ شہادت پرفائز ہوئے۔ پیغمبر خدا ان کی شہادت پر بہت افسردہ ہوئے اور اس شہید کے بارے میں فرمایا: لیس مثله فی قومہ الا کمثل صاحب یاسین فی قومہ (۳) یعنی عروہ صاحب یاسین کی مثل ہیں جو اپنی قوم کے لیے ہدایت کا فریضہ انجام دیتے تھے (اور اسی راہ میں شہید ہوئے)۔ ابن جزری نے اسد الغابہ میں بروایت ابن عباس جناب رسول اکرم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: اربعة سادة فی الاسلام بشر بن ہلال العبدی وعدی بن حاتم و سراقہ بن مالک المدنجی و عروہ بن مسعود ثقفی اسلام میں چار سردار ہیں بشر بن ہلال العبدی، عدی بن حاتم، سراقہ بن مالک المدنجی اور عروہ بن مسعود ثقفی

سن مبارک شہزادے کے سال ولادت میں اختلاف کی وجہ سے سن مبارک میں بھی اختلاف ہے اور یہ اختلاف تاریخ و مؤرخین کے اس باب میں شدت ضعف پر دلیل ہے کیونکہ اس بارے میں متعلقہ کتب میں اقوال عجیب و غریب ہیں۔ ان مختلف اور متعدد اقوال کی وجہ سے انسان حیران و پریشان ہو کر رہ جاتا ہے لیکن کچھ تحقیق اور دقت سے معلوم ہوتا ہے کہ اہم اختلاف دو تین اقوال میں ہے بہر حال بحمد اللہ قول مشہور ہمیں اس تعدد و کثرت سے وحدت پر لاتا ہے یہ قول دلالت کرتا ہے کہ شہزادہ کربلا حضرت علی اکبر علیہ السلام کا سن مبارک ۶۱ ہجری کربلا میں ۱۸ برس کا تھا۔ حضرت علی اکبر علیہ السلام کے سن مبارک میں مشہور قول درست ہے اور ظاہراً تمام اسلامی ممالک میں بھی یہی قول شہرت کا حامل ہے بالخصوص برصغیر میں جناب علی اکبر علیہ السلام (نثر و نظم میں) مشہور و معروف قول یہی ہے۔ مقتل کی تمام کتب میں موجود ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے فرزند دلہند کو میدان کی طرف روانہ کرنے لگے تو بارگاہ خدا میں یوں گویا ہوئے:

«اللهم اشهد علی هؤلاء القوم فقد برز إليهم غلام اشبه الناس خلقاً و خُلُقاً و منطقاً برسولک و کنا إذا اشتقنا إلی نبیک نظرنا إلیه»

’بارالہا! گواہ رہنا اس قوم ستمگر سے جنگ کرنے کے لیے ایسا جوان جارہا ہے جو خلقت و اطوار، رفتار و گفتار میں تمام لوگوں سے زیادہ تیرے رسول کے ساتھ شبہات رکھتا ہے۔۔۔۔۔“ (۴)

لسان امامت سے ادا کیا ہوا لفظِ مبارک ’غلام‘ یعنی جوان، نوخیز، اسی مطلب پر دلالت کر رہا ہے کہ شہزادہ سن کے اعتبار سے ابھی سنِ جوانی سے متجاوز نہیں ہوا تھا، جہاں تک تأویلات و توجیہات کا تعلق ہے تو اصل کلام اور اول کلام کو حقیقت پر ہی حمل کیا جاتا ہے اور یہاں پر کوئی قرینہ صارفہ بھی نہیں کہ حقیقت کی بجائے مجاز کی نوبت آئے لہذا غلام سے مراد یہی تازہ جوان ہی ہے جو کہ اقوال میں سے ۱۸ سال سن کے ساتھ زیادہ موافقت و مطابقت رکھتا ہے۔ بزرگ محقق علماء جیسے شیخ مفید، شیخ طوسی و سید ابن طاووس رحمہم اللہ تعالیٰ نے اپنے اپنے آثار میں حضرت علی اکبر علیہ السلام کا سن مبارک کربلا میں اٹھارہ سال قلمبند فرمایا ہے۔ (۵)

مؤلف خورشید جوانانے اس قول کے قبول کرنے کو ”تاریخی احتیاط“ سے تعبیر کیا ہے اگرچہ ان کے اپنے دلائل کا ماحصل اس قول کے خلاف ہے لیکن اس بات کے قائل نظر آتے ہیں کہ بزرگ و محقق شخصیات نے جس قول کو اختیار کیا ہے تو یقیناً ایسے بزرگانِ علم کے دلائل پختہ اور قوی تر ہوں گے کہ انہوں نے ۱۸ سال والا قول اختیار کیا ہے لہذا احتیاط تاریخی اس امر کی مقتضی ہے کہ ان کے قول کی مخالفت نہ کی جائے اور اسی مشہور قول کو قبول کر لیا جائے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ ان بزرگان کے پاس موجود دلائل ہمارے قیل و قال سے مافوق ہوں۔ اس محقق مؤلف نے اس بحث کے آخر میں اضافہ کیا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ لقب ’اکبر‘ چھوٹے شہزادے علی اصغر علیہ السلام کے لقب ’اصغر‘ سے قیاس کرتے ہوئے ملا ہو۔ (۶)

محقق تفریشی نے بھی اپنے استدلال میں سابق الذکر بزرگان کے قول کی تائید کی ہے لہذا ان کے نزدیک بھی شہزادے کا سن مبارک ۱۸ سال ہے۔ (۷) اس قول کی تائید میں کتاب مستطاب ’ثمرات الاعواد‘ کے مؤلف بزرگوار یوں رقمطراز ہیں

ن: ’حضرت علی اکبر علیہ السلام اپنی جدہ مظلومہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے ساتھ اس لحاظ سے شبہات رکھتے ہیں کہ ان دونوں کی عمریں کم تھیں اور دونوں ہی اٹھارہ سالگی میں شہادت کی سعادت پر فائز ہوئے۔“ (۸)

حضرت امام حسین علیہ السلام کے کلمات و ارشادات پر مبنی کتاب ’موسوعة کلمات الامام الحسین علیہ السلام‘ میں شہادت اہل البیت علیہم السلام کے تحت بحث کی ابتدا میں اعیان الشیعہ سے منقول قول میں بھی شہزادے کے ۱۸ سال والے قول کو ٹھکرایا نہیں گیا بلکہ ان کے مطابق حضرت علی اکبر علیہ السلام کا سن مبارک ۱۸ سال، ۱۹ سال یا ۲۵ سال ہے اور وہ آل ابو طالب کے پہلے شہید ہیں (۹)

کتاب شریف مصابیح الہدیٰ میں حضرت علی اکبر علیہ السلام کا سن مبارک ۱۹ سال نقل ہوا ہے اسی کتاب اور نیز تمام کتب مقاتل میں شہزادے کے مبارز طلبی کے اشعار موجود و محفوظ ہیں۔ شہزادے نے جب پہلی مرتبہ قوم اشقیاء پر حملہ کیا تو شہزادے کا رجز یہ تھا: (۱۰)

ہاں ہماری شاہد بحث شہزادے کے رجز کا آخری مصرعہ ہے جس میں خود فرما رہے ہیں کہ ”میری ضرب، ہاشمی قرشی جوان کی ضرب ہے“ اس کلمہ غلام سے بھی شہزادے کا جوان سال ہونا ظاہر ہوتا ہے شبیہ پیغمبر جناب علی

اکبرؑ میدان کربلا میں بروز عاشورہ امام حسین علیہ السلام سے ان کے کڑیل جوان بیٹے نے اذن جہاد مانگا تو مولا نے اشکبار آنکھوں کے ساتھ اجازت دی اور لسان عصمت و طہارت سے یہ الفاظ جاری ہوئے :

«اللهم اشهد على هؤلاء القوم فقد برز إليهم غلام اشبه الناس خلقاً وخلقاً و منطقاً برسولك و كنا إذا اشتقنا إلى نبيك نظرنا إليه»

’خداوند! گواہ رہنا، ان کی طرف ایسا جوان جارہا ہے جو خلق، خلق اور منطق میں تمام لوگوں میں سے تیرے رسول سے زیادہ شبہات رکھتا ہے۔۔۔ ہمیں جب بھی تیرے نبی کی زیارت کا اشتیاق ہوتا تو ہم اس جوان کو دیکھ لیتے تھے۔“ (۱۱) شبہات ایسی چیز ہے کہ جس کی موجودگی میں دیکھنے والے کو مشبہ پر مشبہ بہ کا گمان ہونے لگتا ہے اب یہ وجہ شبہات جس قدر زیادہ ہوگی اتنا ہی یہ منظر شدید اور واقعی لگے گا۔ پھر جب شبہات کا یہ عالم ہو کہ ایک معصوم امام جناب حسین علیہ السلام کو اپنے نانا کی یادستائے اور اس تشنگی کو زیارت علی اکبر علیہ السلام سے سیراب فرمائیں تو اندازہ کیجیئے کہ جناب علی اکبر علیہ السلام رسول معظم سے کس قدر شبہات رکھتے تھے۔ اما م کے فرمان کے مطابق شہزادہ حبیب خدا سے تین قسم کی شبہاتیں رکھتے تھے۔ خلقی، خلقی، منطقی۱۔ شبہات خلقی سے مراد قد و قامت اور صورتاً مشابہ ہونا۔ جناب علی اکبر علیہ السلام قد و قامت اور شکل و صورت میں رسول خدا کے ساتھ شبہات رکھتے تھے۔ معروف ہے کہ حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام اور شہزادہ علی اکبر علیہ السلام جب مدینے کی گلیوں میں نکلتے تھے تو لوگ فقط ان کے دیدار کی خاطر جمع ہو جاتے تھے۔ جناب علی اکبرؑ اس قدر خوبرو تھے کہ ان کو دیکھ کر زمانے کو رسول خدا یاد آ جاتے تھے۔

زائر رسول کا بیہوش ہونا جناب علی اکبر علیہ السلام کے زمانے میں ایک عرب شخص حبیب خدا کی زیارت کا بہت مشتاق تھا۔ اسی اشتیاق میں گریہ کناں رہتا تھا اسے بتلایا گیا کہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں اگرچہ رسول خدا اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں لیکن شہزادہ حسینی جناب علی اکبر علیہ السلام ہو بہو شکل و صورت میں پیغمبر لگتے ہیں۔ جاؤ جا کر مدینہ میں شہزادے کی زیارت کرلو، رسول خدا کی زیارت ہو جائے گی۔ وہ عرب شخص امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، ماجرا عرض کیا۔ مولا امام حسین علیہ السلام نے شہزادے کو آواز دی۔ جناب علی اکبر تشریف لائے، جب بابا کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو اس عرب شخص نے جناب علی اکبر علیہ السلام کو دیکھا تو اسے ایسا محسوس کیا کہ میں رسول معظم کی زیارت کر رہا ہوں اور تاب نہ لاتے وہ عرب ہوئے بے ہوش ہو گیا (۱۲) (اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص نے اس سے پہلے رسول اکرم کی زیارت کی ہوئی تھی) ۲۔ شبہات خلقی سے مراد یہ کہ کسی سے اخلاق میں مشابہ ہونا۔ جناب علی اکبر علیہ السلام کی نسبت ایک معصوم امام کی زبانی خلق عظیم کے مالک سے دی جارہی ہے اور رسول معظم کے اخلاق کی اوج کی تصدیق ذات کردگار کے کلام سے ہوتی ہے۔ انک لعلیٰ خلق عظیم (۱۳) آپ بے شک عظیم اخلاق کی بلند ترین منزل پر فائز ہیں ”اسی خلق و خو کی ہو بہو عکاسی آپ کو جناب علی اکبر علیہ السلام کے اخلاق میں ملے گی۔ اس عظیم اخلاق کی جھلک شہزادے میں اس قدر نمایاں تھی کہ شہزادے کے سلام کرنے سے لوگوں کو پیغمبر کا سلام کرنا یاد آ جاتا تھا۔ غرباء و فقراء و مساکین کے ساتھ حسن سلوک سے رفتار نبوی کی یادیں تازہ ہوجاتی تھیں۔ کتب تاریخ میں موجود ہے کہ ہمشکل پیغمبر شہزادہ علی اکبر علیہ السلام نے مدینہ میغریبوں اور مسکینوں کے لیے ایک بہت بڑا مہمان خانہ بنا رکھا تھا جس میں ہر روز شب کھانے کھلانے کا انتظام کیا کرتے تھے اور تمام لوگ شہزادہ کرم کے دسترخوان سے استفادہ کرتے تھے۔ (۱۴) حضرت امام

حسین علیہ السلام نے اس وجود نازنین کو وداع کے وقت بارگاہ احدیت میں راز و نیاز اور اور مناجات میں اس انداز سے پیش کیا کہ اے پروردگار ! تیرے حبیب کا سا اخلاق رکھنے والا یہ جوان تیرے دین کی حفاظت کے لیے اس بدبخت قوم کے سامنے بھیج رہا ہوں لیکن اس صورت و سیرت پیغمبر کے آئینہ دار شہزادے کو دیکھ کر بھی ان کی قساوت و شقاوت میں کمی نہیں آرہی۔ ۳۔ شبابت منطقی سے مراد گفتار میں کسی کے مشابہ ہونا۔ لسان عصمت میں منطق علی اکبر علیہ السلام کو منطق رسول خدا سے تعبیر فرمایا گیا اور قرآن کریم منطق نبوی کے بارے میں یوں گویا ہے: وما ينطق عن الهوى ان هو الا وحى يوحى (۱۵)

’یعنی رسول خدا ہوا وہوس سے کوئی کلام نہیں کرتے ان کا کلام تو صرف وحی الہی ہوتا ہے‘ امام حسین علیہ السلام کو جب بھی اپنے نانا کی آواز سننے کا شوق ہوتا آپ جناب علی اکبر علیہ السلام سے کہتے کہ بیٹا اذان و اقامت کہو اور پھر راز و نیاز اور عبادات و مناجات میں مشغول ہو جاتے اسی وجہ سے ۱۰ محرم الحرام کی صبح کو بھی جناب علی اکبر علیہ السلام سے اذان دلوائی گئی تا کہ لہجہ رسول سن کر شاید ان قسی اور شقی لوگوں کے دلوں پہ اثر پڑے لیکن.....!!!!!! کردار و رفتار و گفتار میں جناب علی اکبر علیہ السلام رسول معظم کے اتنے مشابہ تھے کہ ان کو دیکھ کر لوگ رسول اکرم کو یاد کرتے تھے۔

معاویہ لعین کی زبانی جناب علی اکبر علیہ السلام کی تعریف ابو الفرج اصفہانی مغیرہ سے روایت کرتا ہے ایک دن معاویہ نے اپنے ہم درباریوں سے پوچھا من احق بهذا الامر؟ تم لوگوں کے نزدیک اس خلافت کا حق دار کون ہے؟ سب نے کہا!

انت۔

ہمارے نزدیک اس منصب کے لائق صرف آپ ہیں، معاویہ کہنے لگا، اس طرح نہیں ہے جس طرح تم لوگ سوچتے ہو بلکہ اہولی الناس بهذا الامر علی بن الحسین بن علی جدہ رسول اللہ وفیہ شجاعہ بنی ہاشم و سخاہ بنی امیہ و زہو ثقیف۔ اس منصب کے سب سے زیادہ سزاوار علی بن حسین ہیں جن کے جد رسول خدا ہیں جنہوں نے کی شجاعت و دلیری بنی ہاشم سے، سخاوت بنی امیہ سے اور زیبائی اور فخر و مباہات ثقیف سے پائی ہے (۱۶) شہزادہ علی اکبر علیہ السلام کے کمال ایمان و ایقان کا ایک واقعہ جناب علی اکبر علیہ السلام کا سینہ معرفت خداوندی سے پرتھا جس نے جنت کے سرداروں سے تعلیم و تربیت حاصل کی تو ایسی ہستی کا علم و ایقان بھی اوج ثریا پہ ہوگا آپ کی دینی و سیاسی بصیرت کا علم سفر کربلا سے عیاں ہوتا ہے جیسا کہ سفر کربلا میں ایک واقعہ ملتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی منزل قصر بنی مقاتل پر آنکھ لگ گئی جیسے ہی آپ نیند سے بیدار ہوئے تو فوراً کلمہ

استرجاع: انا لله و انا اليه راجعون

پڑھا۔ آپ نے تین مرتبہ اس جملے کو دوہرایا اور خداوند متعال کی حمد کی۔ جناب علی اکبر علیہ السلام نے آپ سے کلمہ استرجاع کی وجہ پوچھی تو امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ بیٹا! میں نے خواب میں ایک گھوڑا سوار کو دیکھا ہے جو کہہ رہا تھا کہ یہ قافلہ موت کی جانب رواں دواں ہے۔ اس پر شہزادے نے پوچھا: بابا کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟

آپؑ نے فرمایا کیوں نہیں ہم حق پر ہیں۔ تو شہزادے نے فرمایا:

محقیں پھر ہمیں موت کی کیا پرواہ ہے؟ شہزادے کا یہ مخلصانہ جواب سن کر سید الشہداء نے ان کو دعائے خیر دی

جزاک اللہ من ولد خیر ما جزى ولداً عن والده (۱۷)

شجاعت شہزادہ علی اکبر علیہ السلام جناب علی اکبر علیہ السلام فرزند علی علیہ السلام کے پروردہ تھے آپ کو شجاعت اپنے دادا مولا علی مر تضرع علیہ السلام شیر خدا سے ورثے میں ملی تھی۔ علامہ مجلسی نقل فرماتے ہیں: بروز عاشورہ آپ جس طرف رخ فرماتے لو گوں کو خاک ہلاکت میں ملاتے جاتے تھے۔ فلم یزل یقاتل حتی ضجّ الناس من كثرة مَنْ قتل منهم و روی أنّه قتل علی عطشہ مائے و عشرين رجلاً ثم رجع الی ابیہ فلم یزل یقاتل حتی قتل تمام الماتین

آپ نے اسقدر شجاعت علوی کا مظاہرہ کیا کہ مقتولین کی کثرت پر لوگ گریہ و شیون کرنے لگے اور روایت میں ہے کہ علی اکبر نے پیاس کی شدت کے باوجود ایک سو بیس افراد کو تہ تیغ کیا۔ پیاس کی وجہ سے آپ والد گرامی کی طرف گئے پھر دوبارہ میدان میں اترے اور اس قدر جنگ کی کہ مرنے والوں کی تعداد دوسو تک پہنچ گئی۔ (۱۸)

حوالہ جات:

(۱) موسوعة کلمات الامام الحسین علیہ السلام ص ۲۰

(۲) فضائل، مصائب و کرامات حضرت علی اکبر علیہ السلام ص ۳۱، خورشید جوانان ص ۲۰

(۳) خورشید جوانان ص ۳۲ از اصابہ ج ۲ ص ۱۷۷

(۴) سحاب رحمت ص ۴۵۸

(۵) خورشید جوانان ص

۲۹ (۶) ایضاً ص ۳۰ (۷) ایضاً ص ۲۸ (۸) ایضاً از ثمرات الاعواد ص ۲۲۸ (۱۰) مصابیح الہدیٰ ص ۲۱۶ (۱۱) سوگنامہ کربلا متن لہوف سید ابن طاووس ص ۲۰۸ (۱۲) فضائل، مصائب و کرامات حضرت علی اکبر علیہ السلام تألیف عباس عزیزی ص ۳۲ (۱۳) سورہ قلم آیت ۲ (۱۴) خورشید جوانان ص ۲۱ (۱۵) موسوعة کلمات امام الحسین علیہ السلام (۱۶) حیاة الامام ام الحسین، ج ۳، ص ۲۲۵. (۱۷) بحار الأنوار، ج ۴۵، ص ۲۳۰. نفس المہموم ص ۱۰۸ (۱۸) ایضاً